Lesson 3: Al-Kahf (Ayaat 19- 31): Day 11 سُوۡرَۃُ الکھف کی تفسیر

سبق کا خلاصہ۔

1۔ آیات پر جانے سے پہلے سبق کا تھوڑا سا خلاصہ۔ سورۃ کہف کا بنیادی تھیم دنیا سے محبت جس کو دجال کہا گیا اور اس کے پیچھے پڑنے والے لوگ حق کے راستے میں قربانیاں نہیں دے پاتے۔ اس وقت جو چیز ہمارے سبق کے اندر جاری ہے وہ اصحاب کہف کا قصہ ہے۔ پچھلے سبق میں دیکھا کہ کس طرح وقت کے خلاف مختلف سمت میں جانا، ان کے لئے تو ممکن بنا لیکن بہت ساروں کے لیے ممکن نہ رہا کیونکہ انہوں نے حق کے مقابلے میں مصلحت والا رویہ قبول نہیں کیا۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو حق کو حق تو مانتے ہیں، دل سے قبول بھی کرتے ہیں لیکن وقت پڑھنے پر مصلحت کا شکار ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ پھر حق کے لئے اسٹینڈ نہیں لے پاتے۔

2۔ پچھلے سبق میں دوسری چیز ہم نے یہ بھی دیکھی تھی کہ اللہ تعالی کس طرح کائنات کو ان کا مددگار بنا دیا۔ یہ اشارہ تھا کہ جب کمزور انسان تم سے روٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کائنات کی بڑی بڑی چیزوں کو تمہاری مدد میں لگا دیتے ہیں۔

3۔ آج کے سبق میں جو چیز ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ جب ایک انسان حقیقت میں اندر سے ہدایت کی طلب رکھتا ہے تو پھر اللہ تعالی اس کے دل کو کیسے جما دیتا ہے۔

4۔ ہم اس سبق میں ان کے تین سو سے زائد سال جاگنے کے بعد کے حالات دیکھیں گے۔ اور اس میں لوگوں کا رویہ دیکھیں گے کہ وہ قربانیاں کرنے کی بجائے قربانیاں کرنے والوں کی یادگاریں قائم کر کے آخر میں پھر انہی کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

5۔ تیسری چیز کہ کیا قبروں پہ مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں اور اس کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے۔

6۔ اس کے علاوہ آج کے موضوع کی ایک بہت اہم بات یہ ہے کہ بے کار کی بحثوں کو چھوڑ دو۔ آج ہمارا کلچر ایک بحث کلچر بن چکا ہے۔ اس کو ہم نے ڈائیلاگ، ڈسکشن اور تبصروں کا نام دیا ہوا ہے۔ اور لوگ صرف تبصرے سنتے ہوئے گھنٹوں کے اعتبار سے اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، اسلام اس کے بارے میں بہت ہی کلین اور کلئیر ہے۔

7۔ ایک اور چیز آج کے سبق میں انشاءاللہ کی کیا اہمیت ہے۔

8۔ ایک اور چیز کہ جب انسان کوئی چاہتا ہے اور پھر وہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالی اس سے اس کو کیا سکھانا چاہتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات زندگی میں بہت سارے حالات ایسے آتے ہیں کہ ہمیں خود نہیں پتہ ہوتا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے اور اس میں کیا حکمت ہے لیکن انشاءاللہ آج کے سبق میں اس ٹاپک پر بھی بات ہوگی۔

9۔ جو میں چاہتی ہوں اگر وہ نہیں ہوتا تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس میں کیا چاہت ہوتی ہے۔

10۔ اس کے بعد اگلی چیز کے اچھی صحبت کے فائدے، یعنی جب انسان اچھے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے تو اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اور بری صحبت کے نقصان کیا ہوتے ہیں۔

11۔اور پھر آخر میں آج کے سبق میں جنت اور جہنم کی جھلکیاں، کہ ماننے والوں اور استقامت پر چلنے والوں کو کیا ملتا ہے اور جو اس سے مختلف رہتے ہیں ان کو کیا ملتا ہے۔

اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالی نے جو استقامت اصحابِ کہف کو دی وہ ہمیں بھی عطا فرمائے اور پھر ہم اللہ کے دین کو حق اور سچ ماننے کے بعد اس کے لئے قربانیاں دینے کے لیے بھی تیار ہو جائیں۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾

اور اس طرح ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ انہوں نے کہا کہ جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے۔ تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کو بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کون سا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور آہستہ آہستہ آئے جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔

یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اٹھائے جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں لیکن یہاں پر اس سے مراد یہ ہے کہ جونہی وہ سو کر اٹھے اور فطری طور پر بھی انسان جب نیند سے اٹھتا ہے تو ایک دم پوچھتا ہے کہ میں کتنی دیر سوئی اور جتنی گہری نیند سوتے ہیں اتنا ہی وقت کا احساس کم ہوتا ہے۔

ایک اور بات کہ جب انسان اپنے مقصد کی دھن میں لگا ہوتا ہے تو بھوک پیاس نیند سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اکثر شادیوں میں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنی نیندوں کی قربانیاں دیتے ہیں لیکن جوں ہی شادی کا موقع ختم ہوتا ہے تو پھر وہ لمبی تان کے سوتے ہیں۔ اصحاب کہف کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ۔ حق کی جدوجہد میں جب انسان لگ جاتا ہے اس کو اپنے نفع نقصان کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔ دوسرے دیکھ رہے ہوتے اس کے کھانے کا وقت ہے، سونے کا وقت ہے لیکن وہ ایک دوڑ دھوپ میں لگا ہوتا ہے۔ اور ایک ایمان والے کی زندگی ایسے ہی ہونی چاہیے کہ جس میں وہ واقعہ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیئے ہوئے مشن کو ایک فخر سمجھے۔

لیکن جب وہ تھک کر ایک غار میں گرے تو ارد گرد سے بے نیاز ہو گئے، گہری نیند میں چلے گئے جب اٹھے تو آپس میں باتیں کرنے لگ گئے کچھ اسی قسم کی کیفیت قبروں سے اٹھتے وقت بھی ہو گی۔ آیت نمبر 18 میں پیچھے ہم نے رُقُوۡدٌ کی بات پڑھی تھی مرقد قبر کو کہتے ہیں اور سورہ یٰسین کی بڑی معروف آیت ہے مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا۔ ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے (جگا) اُٹھایا؟۔ یہ جب اُٹھے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کہاں رہے۔ قَالَ قَآئِلٌ۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ ہونا یہ چاہیے تھا عربی گرائمر کے لحاظ سے کہنے والے کو کیا کہنا چاہئے تھا كَمۡ لَبِثۡنَا کہ ہم کتنی دیر رہے کیونکہ وہ خود بھی تو تھے لیکن اپنے اوپر لینے کی بجائے دوسروں کے حال پر لینا، بتاؤ تم یہاں کتنا عرصہ رہے۔ اس میں دو احتمال ہیں؛

1۔ یہ کہنے والا اصحاب کہف میں سے نہیں تھا۔ کوئی باہر کا آدمی تھا اور اس کے زیادہ چانسز ہیں۔

2اور دوسری بات کہ خود کو الگ کر کے دوسروں کو اہمیت دینا ایک ہلکی سے اس میں جھلکی ملتی ہے ایمان والے کو ہر وقت اپنے آپ سے زیادہ دوسروں کی فکر ہوتی ہے۔ یہ ایک بڑا لطیف نکتہ ہے کہ تم کتنی دیر رہے۔ مراد یہ ہے کہ جو بھی نیکی جو قربانی دی وہ تو تم نے دی میں تو بس ایسے ہی بیچ میں بیٹھ گیا ۔ پھر وہ بولے قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔

یعنی دن کا کچھ حصہ یا ایک دن۔ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ۔ انہوں نے کہا کہ جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے۔ مختلف لوگ اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں اور یہ نیچرل ہے جس میں سب سے خوبصورت جملہ آخری جملہ ہے وہ یہ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ یہ وہ انداز ہے جس کا اندازہ ہمیں اس سے ہوتا ہے کہ جب کسی بات پر بہت زیادہ بات کرنے کا بھی نتیجہ وہی نکلے جو کم بات کرنے سے نکلے تو بحث میں نہیں پڑنا چاہیے، تو اللہ پر ڈال دیں۔ اسلام میں قیل و قال ناپسندیدہ ہے۔ اسکا معنی "گوسپس"، اکثر محفلوں میں قیل و قال ہی چلتا ہے۔ یعنی باتوں میں سے بات نکالنا۔ اسلام اس کو انتہائی ناپسند کرتا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو قیل و قال بالکل بھی پسند نہیں ہے۔ ایمان والوں کا طریقہ پتہ چل رہا ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو جھٹلایا نہیں، بیکار کی بحث نہیں کی۔ اس کے برعکس آج ہمارا کلچر کیا ہے، خاص طور پر جو فارغ لوگ ہیں، ہم تو تقریباً ساری امت ہی فارغ ہو چکی ہے۔ گھر میں ایک باپ بیٹے کی، بہن بھائیوں کی، گفتگو نوٹ کر کے دیکھیں، بیکار کی بحث ہو رہی ہوتی ہے۔

بڑے لوگوں کی ایک بات ہے کہ جہاں سے کچھ نکلنا ہی نہیں ہے یعنی گڑھے مُردے اُکھیڑنے کا کیا فائدہ۔ اگر ہم آج یہ نیت کر لیں کہ بحث نہیں کرنی تو ہمارا وقت بچے، ذہن مطمئن رہے اور بہت سے جھگڑوں سے ہم بچ جائیں۔ عموماً بحث کیسے ہوتی ہے اپنے اپنے ساتھی کو چیک کریں کہ آخری وقت جو بحث ہوئی اس کا کیا نتیجہ نکلا تھا۔۔ اگر قرآن پڑھنے والوں کا مزاج برداشت والا بن جائے تو پھر گھروں میں جھگڑے نہ ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ بحث کیسے ختم ہو۔ مثلاً ایک بچہ بیمار تھا تو میاں بیوی میں اس بات پر بحث ہو گئی کہ جو دوائی میں لایا / لائی ہوں بچے کو وہی دی جائے گی۔ ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے۔

1۔ بحث نہیں کرنی تجزیہ کرنا چاہیے تھا کہ بچے کی بیماری کی نوعیت کیا ہے، پھر اس کے مطابق دیکھیں کہ کس کی دوائی زیادہ ایفیکٹ کرے گی۔

2۔ جو دوائیں گھر میں پہلے سے موجود تھیں وہ دے دیں۔

3۔ تیسری چیز کہ دوائی ایک جیسی آگئی ہے تو ایک واپس کرنی ہے۔ واپس وہ کرنی ہے جو قریب کے سٹور سے لائی گئی ہے۔

ہمیشہ تجزیہ کریں اور تجزیہ کرنے کے لئے خاموش رہنا پڑتا ہے۔ اندر کا تکبر ہوتا ہے کہ میری بات ٹھیک ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ میں غلطی کر سکتی ہوں، میری رائے غلط ہو سکتی ہے۔ آپ سوچا کریں کہ اگر آج آپ اپنے ساتھی کی بات نہیں مانتے تو کل کو وہ بھی آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ ہمیشہ عقل سے کام کریں۔ اور آپ محسوس کریں گے کہ اس کے بعد معاملہ بالکل درست ہو جائے گا اور بچہ تو دونوں کا ہی سانجھا ہے۔ اپنی رائے کو وہی واپس لے گا جس کے اندر عاجزی ہو گی۔ کوئی بندہ آپ کے

ساتھ اس طرح سے کرے تو آپ اس کو پیار سے، مذاق میں ٹال دیں۔ زندگی میں کبھی بھی کوئی بات بحث سے نہیں جیتی جا سکتی۔ بعض لوگ تبلیغ کرتے ہوئے بحث کر رہے ہوتے ہیں اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ دیکھو مذہبی بحث ہو رہی ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بحثوں سے بات نہیں کی۔ زندگی کا حسن یہی ہے کہ وقت کو بچائیں۔ بحث ہمیشہ فارغ لوگ کرتے ہیں۔ خود کو مصروف کر لیں آپ جتنا مصروف ہوں گے اتنا ہی فالتو باتوں کا جواب نہیں دیں گے۔ جب ہم مصروف ہوں گے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان بیکار چیزوں کو ہماری زندگی سے نکال دے گا۔ (اسی آیت کا اگلا حصہ) فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى ۔ تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کو بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کون سا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے۔

بِوَرِقِكُمۡ چاندی کے ورق کو کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد چاندی کے سکّے ہیں۔ کچھ سکّے وہ جو اپنے ساتھ لے آئے ہوئے تھے، وہ سکّے تم میں سے کوئی ایک شہر لے کے جائے اور کھانا لے کے آئے اَزۡكٰى اور کھانا پاک لے کر آئے۔ یہ ایک مومن کا مزاج ہے۔ ہم بھوک میں کہتے ہیں کہ جو ملے وہ لے آؤ، بس کھا لو بڑی سخت بھوک لگی ہے، جان نکل رہی ہے۔ مومن ہر حال میں پاکیزگی کو نہیں چھوڑتا۔ لفظ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ مطلب اس کا پیچھے بستی کا ذکر ہوا ہے، مدینہ، تو یہ بستی کی طرف اشارہ ہے کہ اس بستی کا جو سب سے پاکیزہ کھانا ہے وہ لے آؤ اور دیکھو **وَلۡيَتَلَطَّفۡ وہ نرمی کا معاملہ کرے۔ اکثر قرآن پاک میں یہ لفظ موٹا کر کے لکھا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لفظوں کے اعتبار سے آج قرآن نصف ہو گیا ہے۔** وَلۡيَتَلَطَّفۡ دین نرمی کا نام ہے، نرمی برتو۔ حدیث میں آتا ہے اللہ کے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو نرمی دی گئی اس کو خیرِ کثیر دی گئی۔ جس کو اللہ تعالی نے دل کا بہت ہی نرم کر دیا وہ بہت خوش قسمت ہے۔

پیچھے ایک لفظ تھا مِرفقًا۔ یہاں ہے وَلۡيَتَلَطَّفۡ گویا کہ سورۃ میں ہمیں ہر جمعہ کو یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ اپنے مزاج میں سے سختی نکال دو۔ بعض لوگ کمپلیکس کی وجہ سے اپنے اوپر بھی سختی کرتے ہیں اور دوسروں پر بھی سختی کرتے ہیں۔ شو یہ کرتے ہیں کہ ہم بہت عقلمند ہیں یہ اچھی عادت نہیں ہے، بلکہ بھولے بنیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بھولا بھالا ہوتا ہے۔ بے وقوف نہیں ہوتا۔

نرمی کی چند روایات۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو نرمی کا کچھ حصہ مل گیا اسے دنیا و آخرت میں سے اپنا حصہ مل گیا۔ اور جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ دنیا آخرت کے حصے سے محروم کیا گیا۔

ایک اور روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالی نرمی کرنے والا ہے، کیونکہ اسکا تو اپنا نام اللطیف ہے اور نرمی کو ہی پسند کرتا ہے اور جو نرمی سے ملتا ہے وہ اس کے سوا سے نہیں ملتا۔

اگر آپ نے کسی کاؤنٹر سے کوئی داغ صاف کرنا ہو تو ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس کو رگڑنا پڑے کیونکہ آپ اس کو سختی سے صاف کریں گے۔ لیکن جب دل کے اندر کوئی ہلکا سا والو بند ہو جاتا ہے یا دل پہ کوئی پردہ آجاتا ہے تو اس کو ڈاکٹر نرم ہاتھوں سے صاف کرتے ہیں۔ وہ بھی ایک زخم ہے جو آپ کے دل پر ہے اور وہ بھی زخم ہے جو کاونٹر پر ہے۔ لیکن اس کو سخت ہاتھ سے صاف کریں گے اور دل کے زخم کو نرم ہاتھ سے صاف کریں گے۔ تو جو چیز نرم ہاتھوں سے صاف ہو جائے اس کو سخت ہاتھوں

سے نہیں کرتے۔

بڑوں سے سیکھا ہے کہ جو کام نرمی سے ہو سکتا ہے اس کو کبھی بھی سختی سے نہ کریں۔ پہلے نرمی اختیار کریں پھر اس کے بعد سختی کریں چاہے آپ کے بچے آپ کو کہتے پھریں گے پہلے تو آپ بہت سوفٹ ہوتی تھی اب بہت سخت ہو گئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے ایک موقع پر حضرت عائشہ کو غصہ آ گیا تھا۔ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم کہنے کی وجہ سام علیکم کہا، مطلب یہ کہ آپ کے اوپر موت آئے۔ تو حضرت عائشہ نے سن کر ان کو کہا کہ تم پر اللہ کا غضب بھی ہو اور اللہ کی لعنت بھی ہو۔ تو اس وقت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا عائشہ نرمی اختیار کرو، بے حیائی سے بچو اور جس چیز میں نرمی ہو گی وہ اسے خوبصورت بنا دے گی۔

اپنے ارد گرد کے ماحول کی چیزیں آزما کر دیکھیں۔ بستر، کپڑے، سب چیزیں نرم اچھی لگتی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ جس گھرانے کو نرمی دے دی گئی اسے خیر مل کر رہے گی۔ اور جس کو اللہ نے نرمی سے محروم کر دیا وہاں سے خیر چلی جائے گی۔

اختیار کرنا آپ کا کام ہے۔ اللہ نے ہمارے اندر دونوں چیزیں رکھی ہیں۔ ہمارے اندر نرمی اور گرمی دونوں ہیں۔ نرمی اجنبیوں کے لئے، جن کو تم ابھی دین میں بلانا چاہتے ہو اور نرمی ان کے لیے، جو اچھے کام کریں اور اپنے قریبیوں کے لئے سختی ہونی چاہیے اور ان کے لئے جو ابھی انڈر ٹریننگ ہیں۔ ایسے روٹی کی طرح نرم، دیکھنے میں لگے کیا کریسپی روٹی ہے لیکن توڑنے سے بالکل نرم ٹوٹے، اور کچھ روٹی ایسی کہ اُوپر سے بالکل نرم لگے لیکن توڑتے توڑتے دانت بھی ملنے لگے۔ کچھ لوگوں کے رویے بھی

بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں اوپر سے بڑے نرم اور دل کے کھٹور ہوتے ہیں، گندا دل ہوتا ہے اور کچھ دوسری حالت کے اوپر سے بڑے سخت لیکن اندر سے نرم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام یہی کہا کرتے تھے کہ جو آپ کو دور سے دیکھتا، کم ملتا تو وہ آپ کو بہت سخت سمجھتا کیونکہ آپؐ کی شخصیت میں ایک رعب تھا اور آپؐ ہر وقت لوگوں کے ساتھ بے تکلفی کا معاملہ بھی نہیں کرتے تھے ۔لیکن جیسے جیسے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جاتا تو اس کو ایسے محسوس ہوتا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

لہٰذا وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہیے کہ لطف کا ظہار کرو۔ نرمی کا معاملہ کرو اور یہ کس کو کہا جا رہا ہے، جو کھانا لینے جا رہا ہے۔ نرمی سے بات کرنے کے لیے اس لیے کہا کہ جن لوگوں کے پاس کھانا لینے جا رہے ہو اگر وہ تمہیں پکڑنے کا ارادہ کریں، اُنکو نہیں پتہ تھا کہ تین سو سال گزر گئے ہیں۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ کے ساتھ جھگڑا تھا تو وہ ہمیں پکڑ لے گا۔ تو یہاں لفظ 'لطف' کے دو معنی ہیں۔

1۔ اس کا ایک مطلب نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔

2۔ لطف کا دوسرا مطلب 'باریک بین' ہوتا ہے۔ جس کو حسن تدبیر اور سمجھداری بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہاں وہ اس آدمی کو بھیج رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ذرا نرمی بھی اختیار کرنا اور دھیان سے کھانا مانگنا، کسی کو ہمارا پتہ نہ چلے۔ لہٰذا یہاں سے پتہ چلا کہ کسی ایسے شخص کو ہی باہر کے کاموں کے لیے بھیجنا چاہیئے جس میں نرمی سے بات کرنے کی خوبی بھی ہو اور وہ موقع محل دیکھ کر بات کرنا بھی جانتا ہوں۔ بعض دفعہ جو ہدایات دی ہوتی ہیں اگلا بندہ اس سے بالکل اُلٹ بات کر کے آتا ہے۔۔ تو دل میں

ڈر یہ تھاوَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا کہ وہ تمہارے بارے میں کسی کو آگاہ نہ کر دے۔ یہاں پھر تمہارے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ یعنی ہمارے بارے میں بہت محتاط رہنا۔ یہاں سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بھی سمجھ آتی ہے کہ مومن قیس ہوتا ہے۔ ادھر ادھر دیکھ کر بات کرتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے محتاط تھے بغیر سوچے سمجھے بات بھی نہیں کرتے تھے اور مانگتے بھی نہیں تھے۔

بڑے لوگ کہا کرتے تھے کہ پہلے تولو پھر بولو۔ یہی بات ہے کہ باہر جا کر کہانیاں نہ سنانا شروع کر دو۔ یہاں سے ایک عمل کا نکتہ ہے۔ بعض دفعہ کسی کو اجتماعی کام پر بھیجا جاتا ہے۔ تو بہت ساری باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کا اُسکو پتہ ہو کیوں کہ وہ اس کام کا حصہ ہے۔ تو جب کوئی اُن سے ایک لفظ پوچھتا ہے تو وہ پوری کہانی بیان کر دیتے ہیں۔ یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔

سیرت میں بھی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا آخری وقت کسی کو نہیں پتہ ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے معاملوں کو خفیہ رکھا وہ محفوظ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو نہیں پتا تھا کہ آپ کل کیا کریں گے اور کیسے کریں گے۔ یہ ایک اس وقت کے حالات کی ضرورت بھی تھی اور ایک مسنون عمل بھی تھا۔ وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا عمل کا نکتہ یہی ہے کہ دشمنوں سے بچنے کے لئے تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ جوش اور نعروں سے نہیں۔

عمل کا نقطہ۔ دشمن سے (اور دوسروں کے شر سے بچنے کے لئے تدبیر سے کام لیں۔ جوش سے نہیں۔